سید محمد معاویہ بخاری

عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شہادت
قصرِ ابد کے طاق میں اک اور شمع جل گئی

کئی دنوں سے طبعی اضمحلال نے اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ معمولات صرف ضروریات تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ دو ہفتوں کی تھکا دینے والی کیفیت کے دوران محبت کرنے والوں کے خطوط اور احوال پرسی کے ٹیلی فونز کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جن میں کالموں کی بے ترتیبی اور غیر حاضری کو بہت محسوس کیا جا رہا تھا۔ اس دوران کئی اہم واقعات منظر پر طلوع ہوئے اور میڈیا کوریج کا مرکزی عنوان بن گئے بالخصوص شہیدِ ناموسِ رسالت ﷺ عامر چیمہ کی جرمنی میں شہادت کے بعد سرزمین حزن وملال پر آمد وتدفین یقیناً ملکی تاریخ کا بے مثال واقعہ تھا۔ محبت کرنے والوں کو شدید گلہ تھا کہ بنام عامر شہید کوئی حرفِ سپاس کیوں رقم نہیں ہوا؟ مگر اپنا احوال یہ تھا کہ باوجود کوشش کے کچھ نہیں لکھ سکا۔ تاہم اخبارات کے ذریعہ یہ ضرور معلوم ہوتا رہا کہ عامر شہید کے ساتھ جرمنی میں کیا بیتی؟ گرفتاری سے شہادت تک کے مرحلے اس نے کس اعزاز سے طے کیے تھے۔ عامر چیمہ کون تھا، اس کا ماضی کہاں اور کیسے گزرا؟

ذرائع ابلاغ کی بیان کردہ معلومات کے مطابق ۴؍دسمبر ۱۹۷۷ء کو حافظ آباد میں پیدا ہونے والا عامر عبدالرحمٰن چیمہ تین بہنوں کا لاڈلا اور اکلوتا بھائی تھا۔ ماں باپ کی مشترکہ خواہش پر اس کا نام عامر عبدالرحمٰن تجویز ہوا تھا۔ امیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کے کتنے چراغ تھے جو پالنے سے لے کر پاؤں پاؤں چلنے تک صرف اسی کے نام سے منسوب وروشن رہے۔ عامر شہید کے والد گرامی محترم جناب پروفیسر محمد نذیر چیمہ صاحب تعلیم وتعلم کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ چنانچہ علم وعمل کی راہ چلتے ہوئے جو کچھ انہیں نصیب ہوا' انہوں نے عامر کو منتقل کر دیا۔ وہ عام بچوں کی طرح گلیوں محلوں میں ترتیب پانے والی کرکٹ، فٹ بال اور ہاکی ٹیموں کا رکن بھی نہیں رہا تھا۔ گٹار وہارمونیم کی بدمست آوازیں اس کی ساعتوں کو کبھی تسخیر نہیں کر سکی تھیں۔ وہ بہت سیدھا اور سادہ انسان تھا' جس کے روز وشب بہت خاموشی اور گم نامی میں گزر گئے۔ کتاب کی رغبت نے تحصیل علم کے باب میں اسے ہزاروں آسانیاں فراہم کیں اور وہ ایک کے بعد ایک تعلیمی درجہ امتیازی نمبروں سے پاس کرتا چلا گیا۔ میں نے وہ علاقہ نہیں دیکھا ہے جہاں عامر کا بچپن گزرا اور جہاں کے مکین اس کی پاک دامنی، طبعی شرافت کی قسمیں کھاتے ہیں۔ میرے پاس اس کے دوستوں کی کوئی فہرست بھی نہیں مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ بچپن کے چند ہم جولی اس کی سنجیدگی، متانت اور بردباری کی گواہی دیتے ہیں۔ پروفیسر نذیر احمد چیمہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ماحول کی مروجہ آلائشوں سے عامر کی جوانی کبھی داغ دار نہیں ہوئی تھی۔ روشن خیال فلسفہ کی شرانگیزیوں سے اس کی پاکیزہ سوچیں بھی پراگندہ نہیں ہوئی تھیں۔ ایک معلم باپ نے اس کے اطراف میں دینی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کا وہ حصار تعمیر کرنے

میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔جس کی ضرورت واہمیت سے عہدِ حاضر کے سرپرست تقریباً لاتعلق ہو چکے ہیں ۔شاید یہی وجہ تھی کہ جیسے ماں باپ نے چاہا عامر اسی سانچے میں ڈھلتا چلا گیا۔یہ والد کی مشفقانہ تلقین کا ہی اثر تھا کہ مطالعہ کی عادت اس نے بچپن ہی سے اپنالی تھی۔سکول سے لے کر کالج تک عامر کے معمولات کے بارہ میں مستند گواہی یہی ہے کہ وہ گھر لوٹ کر کھانا کھاتا، کچھ دیر آرام کرتا اور پھر نصابی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم کا سلسلہ بھی عامر کے طبعی رجحان اور والدین کی اعلیٰ تربیت کے تحت جاری رہا۔سکول کالج کی تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ عربی قاعدہ اور ناظرہ قرآن مجید پڑھنے کا ذوق وشوق عامر کے صالح فطرت ہونے کا ثبوت ہے۔

۱۹۹۳ء میں جامعہ ہائی سکول سے اس نے ۶۸۹ نمبر لے کر میٹرک اور پھر ۱۹۹۵ء میں سرسید کالج راولپنڈی سے ۸۱۶ نمبر لے کر پری انجینئرنگ کے شعبہ میں ایف ایس سی کی۔تحصیل علم کے اگلے مرحلے طے کرنے کے لیے عامر فیصل آباد چلا آیا اور نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد سے ۱۹۹۹ء میں چار سالہ انجینئرنگ کورس فرسٹ ڈویژن میں مکمل کیا۔اس نے دوستوں کی قطاریں تیار کرنے کے بجائے بلند مقاصد کو اپنا دوست بنالیا تھا۔مکتب و مسجد سے جڑے روز وشب ہی عامر کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھے جو اسے اپنے ہم عصروں سے بہت آگے لے گئے۔عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی مطالعہ کی عادت مزید مستحکم ہوتی چلی گئی۔سیرت، تاریخ اور دینی معلومات پر مبنی کتابیں اسے بے حد پسند تھیں۔وہ گہرائی اور یکسوئی سے مطالعہ کرتا اور ذہن میں پیدا ہونے والے اشکالات کے ازالہ کے لیے اپنے والد سے رجوع کرتا۔پروفیسر نذیر چیمہ کے بقول وہ اپنے بیٹے کے سوالات سن کر حیران بھی ہوتے اور خوش بھی' اس کے ہر سوال میں معقولیت اور گہرائی ہوتی تھی۔اور وہ ہر بات کو اس کی جزئیات سمیت سمجھنے کی کوشش کرتا۔عامر شہید کسی رئیس کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اس کی رگوں میں ایک ایسے دیانت دار، محنتی اور شریف النفس باپ کا خون گردش کر رہا تھا۔جس کی تربیت کا پہلا سبق تھا:

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

عامر عبدالرحمٰن نے اپنے لیے پُرعزم جدوجہد کا راستہ چنا اور منتخب شعبہ سے متعلق اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ساڑھے چھے برس قبل جرمنی چلا گیا۔وہاں یونیورسٹی میں ''ماسٹر آف ٹیکسٹائل اینڈ کلوزنگ مینجمنٹ'' میں اسے داخلہ مل گیا۔چار مرحلوں پر مشتمل اس کے چھے سالہ کورس کی تکمیل جولائی ۲۰۰۶ء میں ہونا تھی۔مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس نے کچھ عرصہ پہلے والدہ کے نام اپنے آخری خط میں لکھ دیا تھا کہ شاید اب میں کبھی نہ لوٹ سکوں۔جرمنی میں مقیم عامر کی عزیزہ کا بیان ہے کہ یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکے شائع ہونے کے بعد عامر کے رویہ میں بڑی تبدیلی آ گئی تھی۔وہ خاموش طبع اور کم گو تو ضرور تھا مگر جرمنی کے اخبار Die Welte میں جب سے خاکے شائع ہوئے تھے' وہ حد درجہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔اس کے چہرے پر عجیب کیفیت طاری رہتی۔۲۰ رجنوری ۲۰۰۶ء کا دن اس اعتبار سے تاریخی نوعیت کا تھا کہ اس روز عامر چیمہ اخبار کے مرکزی دفتر جا پہنچا۔اخبار ''ڈی ویلٹ'' Did Welte کا ایڈیٹر ''ہیزک بروڈر'' (Henryk Broder) حسب معمول اپنے کمرے میں براجمان تھا۔عامر تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔اخباری ذرائع کے

مطابق وہاں موجود سیکورٹی اہلکاروں نے عامر کے تیور دیکھتے ہوئے اسے ایڈیٹر کے کمرہ میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کی تھی مگر عامر نے خود کو بارود سے اڑا دینے کی دھمکی دے کر سیکورٹی گارڈز کے قدم منجمد کر دیئے تھے۔ وہ شیر کی طرح دھاڑتا ہوا ایڈیٹر کے کمرے میں پہنچا اور پلک جھپکتے ہی شکاری چاقو سے اس پر کئی وار کر ڈالے۔ بعد ازاں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ۲۲؍جنوری کو عامر کی گرفتاری کے حوالے سے چند اخبارات میں ایک چھوٹی سی خبر شائع ہوئی تھی۔ اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ تین سطروں کی خبروں میں سمانے والا عامر عبدالرحمٰن صرف تین ماہ بعد دنیا بھر کے میڈیا کی براہِ راست کوریج کا حصہ بنے گا۔ عالمی سطح پر اس کا نام عزت واحترام سے لیا جائے گا۔ پاکستان کی قومی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ میں اس کی حمایت میں قراردادیں منظور کی جائیں گی۔ اس کی یاد میں عظیم الشان جلوس نکلیں گے، سیمناروں میں اس کی بہادری وشجاعت اور دینی غیرت وحمیت کو خراجِ تحسین پیش کیا جائے گا۔ ۲۲؍جنوری کے بعد پاکستانی اخبارات میں عامر چیمہ کے بارے میں مزید کوئی معلومات شائع نہیں ہوئی تھیں۔ اس عرصہ کے دوران حکومتِ پاکستان کی جانب سے بھی عامر چیمہ کی گرفتاری بارہ میں جرمن حکام سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی تھی۔ عامر چیمہ کے والد پروفیسر نذیر چیمہ اپنے طور پر کوشش کر کے جو معلومات حاصل کر سکتے تھے کرتے رہے مگر حکومتی سطح پر معاونت نہ ہونے کے باعث حقائق تک رسائی کی راہ میں ہزاروں پیچیدگیاں حائل تھیں۔ اس دوران عامر چیمہ جرمن پولیس کے تشدد کی آخری ڈگریاں تک جھیل گیا مگر اس کے ابتدائی اعترافی بیان میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا۔ ذرائع کے مطابق جرمن پولیس عامر چیمہ کو القاعدہ گروپ کا رکن سمجھ کر تفتیش کرتی رہی حالانکہ عامر نے برملا اعتراف کیا تھا کہ جرمن اخبار ''ڈی ویلٹ'' کے ایڈیٹر ''ہیزک بروڈر'' پر میں نے حملہ اس لیے کیا تھا کہ اس نے میرے آقا نبی ﷺ کی توہین کی تھی۔ مجھے اپنے اس اقدام پر کوئی شرمندگی نہیں اور نہ ہی اس پر کسی معافی یا رحم کا خواستگار ہوں۔ اگر مجھے آئندہ بھی موقع ملا تو میں ایسے ہر شخص کو قتل کر دوں گا جو رحمت پناہ ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوگا۔ قانونی ماہرین کے مطابق عامر چیمہ کا یہ بیان کھلا اقبال جرم ہے جس کے بعد کسی تحقیق، تفتیش اور تشدد کی گنجائش باقی نہیں رہتی مگر حقوق انسانی کے علمبرداروں نے اس کے بیان کی اہمیت نہیں سمجھی اور ڈھائی ماہ تک اسے لرزہ خیز تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ حتیٰ کہ وہ تفتیشی سیل میں ہی جام شہادت نوش کر گیا۔

۵؍مئی کے اخبارات میں شائع ہونے والی دو کالمی خبر میں صرف اتنا ہی بتایا گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے ایک جرمن اخبار کے ایڈیٹر پر حملے کے الزام میں برلن سے گرفتار کیے گئے۔ ''پی ایچ ڈی'' کے پاکستانی طالب علم ''عامر عبدالرحمٰن'' کی پولیس حراست میں موت واقع ہوگئی ہے اور پاکستانی دفتر خارجہ نے بھی عامر چیمہ کی موت کی تصدیق کر دی جبکہ وزارت خارجہ کی ترجمان ''تسنیم اسلم'' نے ایک پرائیویٹ چینل کو بتایا کہ جرمن حکومت نے ہم سے رابطہ کر کے اطلاع دی ہے کہ برلن پولیس کی زیر حراست عامر عبدالرحمٰن نے خودکشی کر لی۔ تسنیم اسلم کا کہنا تھا کہ حکومت نے جرمن حکام سے پولیس حراست میں جاں بحق ہونے کی وجوہات دریافت کی ہیں اور ہم نے وضاحت طلب کی ہے کہ پولیس حراست میں عامر کو ایسی چیز کس نے مہیا کی جس سے اس نے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا؟ دوسری طرف

عامر چیمہ کے والد پروفیسر نذیر احمد چیمہ کا کہنا ہے کہ ان کے بیٹے نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے تشدد سے قتل کیا گیا ہے۔
(''نوائے وقت'' ۵؍مئی ۲۰۰۶ء)

پاکستانی حکام نے جرمن حکومت سے کیا پوچھا اور وہاں سے کیا جواب موصول ہوا۔ اس کی تفصیل میں جائے بغیر یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ جرمن حکام عامر چیمہ پر ہونے والے مبینہ پولیس تشدد سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کا اس بات پر اصرار ہے کہ عامر چیمہ نے پھندہ لگا کر خودکشی کی تھی مگر عامر چیمہ کے والد کو یقین ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت میں ایسا کوئی سقم نہیں تھا جو عامر کے ایمان کو کمزور کر سکتا۔ اطلاعات یہ ہیں کہ حکومتِ پاکستان کی جانب سے بھی ایک تحقیقاتی ٹیم جرمن بھیجی گئی ہے مگر اس کی رپورٹ ابھی تک سامنے نہیں آسکی۔ دوسری طرف پاکستان میں تعینات جرمن سفیر پوری ڈھٹائی سے اپنے موقف پر قائم ہے کہ عامر چیمہ خاکم بدہن خودکشی جیسے حرام فعل کا مرتکب ہوا ہے۔ اس کیس کا نفسیاتی پہلو یہ ہے کہ جرمن حکام اپنے عوام کو تسلی دینا چاہتے ہیں کہ ایسے انتہا پسندانہ اقدامات کرنے والے لوگ بنیادی طور پر ذہنی مریض اور بزدل ہوتے ہیں۔ اور ان اقدامات کے بعد ان کے نتائج جھیلنے کی استطاعت ان میں نہیں ہوتی۔ جرمن حکام اس راز کو ابھی تک نہیں پا سکے، جسے وہ ذہنی و نفسیاتی مریض قرار دے رہے ہیں۔ اس کے جنازہ میں لاکھوں افراد دیوانہ وار کیوں شریک ہوئے؟ وہ یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ ۱۳؍مئی ہفتہ کی صبح جب عامر چیمہ کی میت لاہور ائیر پورٹ پر پہنچی تو اس کا استقبال کسی مقبول ہیرو کی طرح کیوں کیا گیا؟ اس سوال کا جواب ان روشن خیالوں کی عقل سے بھی ماورا ہے جو ٹی وی مذاکروں میں انتہا پسندی کی تشریحات اور مذمت کرتے نظر آتے ہیں۔ کاش وہ یہ بھی بتا سکتے کہ انتہا پسندانہ قدم اٹھانے والے ہی آخر عوام کے محبوب نظر کیوں ٹھہرتے ہیں؟ لوگ ان کے تابوت کو چھونے اور منور چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے میلوں لمبی قطاروں میں کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

عامر چیمہ نے بنیاد پرستوں کے کسی مدرسہ سے انتہا پسندانہ نظریات کی تعلیم و تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ وہ دورِ جدید کی انہی درس گاہوں سے گزرتا ہوا شہادت کے درجۂ ارفع پر فائز ہوا ہے۔ جس میں پڑھائے جانے والے مجروح نصاب کو مزید تراش خراش کے لیے گزشتہ چھ برسوں سے جدید فکر و دانش کی خراد مشینوں سے چھیلا جا رہا ہے۔ عامر چیمہ کی شہادت نے ثابت کر دیا ہے کہ نبی محتشم ﷺ سے محبت کا جذبہ فطری ہے جو آسمانوں سے اترنے والی تمام سعید و مبارک روحوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اور اس لازوال جذبے کی تمام کیفیات کے سوتے اُسی نورانی مرکز ہی سے پھوٹتے ہیں۔ جہاں سے ستاروں کو روشنی دریاؤں کو روانی، سمندروں کو تلاطم، ہواؤں کو خرام، ناز کا سلیقہ، فضاؤں کو خوشبو اور آبشاروں کو ترنم عطا ہوتا ہے۔ لہٰذا دنیا کا کوئی بے رحم و بے حمیت معاشرہ اور کوئی بے روح نصاب بھی اس جذبۂ سعید کو اس وقت تک ختم نہیں کر سکتا جب تک وہ مائیں باقی ہیں جنہوں نے چادر اور چار دیواری کا تقدس بھی اپنے گوہرِ عفت و عصمت کی طرح سنبھال رکھا ہے، جو اپنی اولاد کو کلمہ طیبہ پڑھ کر دودھ پلاتی ہیں اور جب تک وہ باپ باقی ہیں جو کسمپرسی اور بے چارگی کے کسی لمحہ میں بھی اپنے ایمان و یقین سے متزلزل نہیں ہوتے اور لقمۂ حلال سے اپنی اولاد کی پرورش کرتے رہتے ہیں۔ تب تک

صالح خون پروان چڑھتا رہے گا اور جذبۂ غیرت وحمیت ایمانی سے معمور عامر چیمہ جیسے بے مثال نوجوان پیدا ہوتے رہیں گے' فدا کاران محمد ﷺ کا قافلہ اسی شوق سے ترتیب پاتا رہے گا۔ عامر چیمہ نے اپنی جان کسی بڑے جنازے، کسی تشہیری بینر ،کسی اخباری شہ سرخی، کسی ٹیلی میڈیا کوریج یا اپوزیشن کی حکومت مخالف مہم کو تقویت پہنچانے کے لیے نہیں دی تھی۔ وہ ان سب سے بے نیاز اپنی منزل کا راہی تھا۔ اس کا استقبال بے شک لاکھوں افراد نے کیا اور یہ لوگ حکومتی اذن سے نہیں بلکہ حکومتی رکاوٹوں کے باوجود ساروکی جیسے دور افتادہ علاقہ تک پہنچے تھے اور ۱۵۰ ایکڑ وسیع اراضی کا دامن بھی عامر چیمہ کے عقیدت مندوں کے لیے تنگ پڑ گیا تھا۔

میں سوچ رہا ہوں' یہ لاکھوں لوگ تو وہ تھے جو اپنی محبتیں نچھاور کرنے وہاں خود پہنچے تھے۔ مگر اس بے مثال دولہا کی بارات میں پلکوں کی پالکیوں میں سجے اربوں کھربوں آنسو بھی شامل تھے جو قافلۂ شوق کے ساتھ رواں دواں تھے اور جن کا ذکر کسی خبر میں نہیں ہوا۔ راولپنڈی، لاہور اور پھر ساروکی تک سرکاری جبر سے مقامِ جنازہ و تدفین تبدیل کرنے والے بے بصر لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ عامر چیمہ اہالیانِ پاکستان کے لیے کتنے اعزاز لے کر واپس لوٹا تھا۔ وہ تاریخ کے ان سنہری اوراق کی زینت بن چکا ہے۔ جن پر صرف فدا کاران محمد ﷺ کے نام ہی رقم ہو سکتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے خستہ حال امت کا کفارہ بن جانے والے عامر عبدالرحمٰن کا ماتھا ضرور چوما ہوگا۔ اس شہیدِ غیرت کی بلائیں لی ہوں گی۔ داورِ محشر کے حضور اُسے اپنی معیت نصیب ہونے کی خوشخبری سنائی ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آج ملک الاعلیٰ میں ان ابدی راحتوں اور آسودگیوں سے سرشار ہے۔ جن کی طلب و آرزو کرتے بندگانِ خدا کی زندگیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

مجھے عامر عبدالرحمٰن پر رشک آ رہا ہے جس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرتے ہی قصرِ معلیٰ جا پہنچی ہے۔ جس کے زرنگار طاقوں میں صرف عشاقانِ رسول ﷺ کے مبارک ناموں سے موسوم نور کی شمعیں جگمگاتی ہیں اور عامر چیمہ کی شہادت سے اسی قصرِ ابد کے طاق میں ایک اور شمع جل گئی ہے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501